۲۵

تبلیغِ احمدیت کے متعلق جماعت احمدیہ کی پوزیشن

(فرمودہ ۶ - اکتوبر ۱۹۳۳ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہر شخص اس بات کو جانتا ہے یعنی ہر ایسا شخص جس نے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کیاہو، جانتا ہے کہ ہماری جماعت کا اصل مقصد اشاعتِ مذہب، اشاعت دین اور قیام دین ہے- اشاعتِ دین اور قیامِ دین کے ساتھ ضمنی تعلق رکھنے والی دوسری چیزوں کی طرف بھی ہم توجہ کرلیتے ہیں اور بعض دفعہ توجہ کرنی پڑتی ہے- مگر ہماری وہ توجہ ایسی ہی ہوتی ہے- جیسے ضرورت کے وقت کسی شخص کو پاخانہ میں جانا پڑتا ہے- پاخانہ کوئی دلکش یا سیر کی جگہ نہیں ہوتی مگر انسان وہاں جانے پر مجبور ہوتا ہے- اور جب خداتعالیٰ کے قانون کے ماتحت اس کا جسم پاخانے کے متعلق احتیاج محسوس کرتا ہے وہ وہاں جاتا ہے- اسی طرح اور کئی انسانی افعال ہیں- جو گو بظاہر جسمانی نظر آتے ہیں مگر بعض دفعہ روحانی ضرورتوں کے ماتحت کرنے پڑتے ہیں- بسااوقات کام کے اوقات انسان پر ایسے آتے ہیں کہ وہ چاہتا ہے کہ کھانا نہ کھائے یا وہ چاہتا ہے کہ اس کی نیند ہی اُڑ جائے- مگر باوجود کسی اشد ضرورت کے اور باوجود اس بات کے کہ وہ اس وقت نہ صرف اپنی بلکہ اپنے بیوی بچوں کی جان قربان کرنے کیلئے بھی تیار ہوتا ہے، اسے کھانا کھانا پڑتاہے، سونا پڑتا ہے- اِس لئے کہ طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے کھانے اور سونے کی احتیاج رکھی ہے- اور گو یہ معاملات بظاہر جسمانی نظر آتے ہیں مگر اس وقت روحانی بن جاتے ہیں- کیونکہ اگر وہ کھانا نہ کھائے گا تو اس کے قویٰ مضمحل ہوجائیں گے- اور اگر وہ سوئے

گا نہیں تو اس کے اعضاء بے کار ہوجائیں گے اور وہ ضعیف ہوجائے گا- پس گو کھانا اور سونا جسمانی امور ہیں مگر اس وقت اس کیلئے روحانی بن جاتے ہیں- ایسی ہی ضرورتوں کے ماتحت دین کے علاوہ بعض دفعہ دوسرے کام بھی ہمیں کرنے پڑتے ہیں- مگر وہ ہمارا مقصود نہیں ہوتے بلکہ ہمارا اصل مقصد دین کا قیام اور اس کی اشاعت ہے- اور اسے ہم ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں- وہ دین کیا ہے اور آیا وہ دین ہے بھی یا نہیں- یہ دوسری بحث ہے- مگر بہرحال ہماری نگاہ میں وہ دین ہے- اور ہم دین کی خدمت سمجھ کر ہی اس کیلئے کام کرتے ہیں- اس لئے کوئی ایسی چیز اور کوئی ایسی دلیل جو ہمارے اس نقطہ نگاہ کے خلاف پڑے- ہمیں اپیل نہیں کرسکتی- اور نہ ہمیں اپنے مقصد سے پھرا سکتی ہے- اگر کوئی شخص ہمارے دلوں تک پہنچنا چاہتا ہے- تو اس کیلئے ایک ہی راہ ہے- اور وہ یہ کہ وہ ثابت کردے کہ جس چیز کے پیچھے تم پڑے ہو وہ دین نہیں- لیکن بغیر یہ بات ثابت کرنے کے اگر وہ یہ کہے کہ یہ دین تو ہوگا لیکن ہماری خاطر یا فلاں وجہ سے اس کی طرف سے توجہ ہٹالو تو ایسے شخص کی باتیں ایسی ہی ہوں گی جیسے ایک بہرے آدمی کے سامنے کوئی شخص بات کرے- کیونکہ وہ بات ہمارے کانوں میں داخل نہیں ہوسکتی-

مَیں نے پچھلے دنوں میں بعض مضامین دیکھے ہیں جو میرے لئے آج کے خطبہ کے محرک ہوئے ہیں- اور بھی مضامین ہیں- لیکن وہ ایسے رنگ میں ہیں کہ میں سمجھتا ہوں وہ قابلِ التفات نہیں- لیکن اسی قسم کے مضامین میں سے وہ مضمون قابلِ التفات ہیں- اور میں انہی کو سامنے رکھتا ہوں- وہ مضمون اخبار "انقلاب" میں شائع ہوئے ہیں- ان میں ہمارے یوم التبلیغ کے خلاف لکھا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ گویا یہ دن قائم کرکے ہم مسلمانوں میں فتنہ ڈالنا چاہتے ہیں- دلیل یہ دی گئی ہے کہ جب تم تبلیغ کرو گے تو لوگوں کو جوش آئے گا اور جب جوش آئے گا تو وہ بھی اسی طرح بحثیں کریں گے- اس طرح بعض جگہ احمدیوں کو جوش آجائے گا اور وہ دوسروں سے لڑیں گے- اور بعض جگہ غیراحمدیوں کو جوش آجائے گا اور وہ احمدیوں سے لڑیں گے اور مسلمانوں کا اتحاد ٹوٹ جائے گا- پھر ساتھ ہی کہا گیا ہے کہ احمدیت کون سی نئی چیز پیش کرتی ہے- وہی خدا ہے' وہی رسول ہے' وہی قبلہ ہے' وہی قرآن ہے' وہی نماز روزہ اور حج وغیرہ ہے- اس میں کون سی ایسی نئی چیز ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے اتحاد کو اس کیلئے قربان کردیا جائے- چونکہ یہ مضامین ایک ایسے اخبار میں شائع ہوئے ہیں

جس کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ رہا ہے کہ وہ بِلاوجہ کسی شخص یا جماعت کی مخالفت نہیں کرتا- اور جہاں تک میرا تجربہ ہے گو غلطی ہر شخص سے ہوجاتی ہے اور اس اخبار سے بھی غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر ایک حد تک یہ اخبار اپنے اس دعویٰ کے مطابق عمل کرتا رہا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں' یہ بات جو اس نے پیش کی ہے اس قابل ہے کہ اس کا احترام کیا جائے- یہی وجہ ہے کہ میں اسے قابلِ جواب سمجھتا ہوں- ورنہ کئی لوگ جن کی طبیعت میں نیش زنی کا مادہ ہوتا ہے ایسی باتیں لکھتے رہتے ہیں جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی- سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ بات جس کی طرف "انقلاب" ہمیں توجہ دلانا چاہتا ہے' ہماری جماعت کے متعلق ہرگز نہیں کی جاسکتی- وہ نسلی مذاہب جو سینکڑوں سال سے قائم ہیں- ان کے متعلق اگر یہ بات کہی جاتی تو خواہ یہ غلط ہی ہوتی' اس کی ظاہری شکل معقول بنائی جاسکتی تھی- لیکن ہماری جماعت تو اس پچاس سال کے عرصہ میں قائم ہوئی ہے جبکہ مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا ہوچکا تھا- اور جب مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی صورت ہی نہ رہی تھی- جب ہم سے کوئی شخص مخاطب ہوتا ہے تو ہم اس سے سوال کرسکتے ہیں کہ تم کس سے خطاب کرتے ہو- ہم میں سے وہ کون سا شخص ہے- جس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ آباءواجداد سے احمدی چلا آرہا ہے- ہماری جماعت تو بنی ہی تبلیغ سے ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت کیا- اور ۱۸۸۸ء کے آخر میں بیعت لی [1]- گویا زیادہ سے زیادہ اس زمانہ کے ۴۴ سال بنتے ہیں- اور مسیحیت کے زمانہ کو مدنظر رکھا جائے تو ۴۲ سال اور سوائے چند نوجوانوں کے جو اس دعویٰ کے بعد احمدیوں کے ہاں پیدا ہوئے- کثیر حصہ وہ ہے جو تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوا- پس ہماری جماعت کو تبلیغ سے روکنے کے تو کوئی معنے ہی نہیں بنتے اس لئے کہ ہماری جماعت تو بنی ہی تبلیغ سے ہے- اگر یہ تبلیغ فتنہ کا موجب تھی تو جس دن یہ جماعت شروع ہوئی' اس دن بھی فتنہ تھی- اور جب یہ بڑھی تو گویا فتنہ بڑھتا گیا کیونکہ ۴۵ سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے تھے- آپ نے دوسرے کو تبلیغ کی- تو دو ہوگئے- تیسرے کو تبلیغ کی تو تین ہوگئے- پھر چوتھے کو تبلیغ کی تو چار ہوگئے- پس ہم میں سے کس کو کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنے آباءواجداد کے مذہب پر رہو- تبلیغ کرکے فتنہ پیدا نہ کرو- ہر شخص کہے گا کہ میں تو اسی تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوا ہوں- میرے باپ دادا کب احمدی تھے- پس ہماری جماعت کے متعلق یہ کہنا کہ تبلیغ نہ کرو- اس سے

فتنہ پیدا ہوگا- بالکل خلاف اصول ہے- کیونکہ ہماری جماعت کا بہت بڑا حصہ اسی تبلیغ کے ذریعہ احمدی بنا- بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم میں سے ہر فرد خواہ وہ نوجوان ہی کیوں نہ ہو' ایسے ہی خیالات اور حالات میں سے گزرا ہے جو تبدیلی مذہب کے وقت پیدا ہوتے ہیں- اگر کسی شخص کا باپ احمدی ہے تو ماں مخالف ہوتی ہے- اور اگر ماں باپ دونوں احمدی ہوں تو کوئی قریبی رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں جو مخالف ہوتے ہیں- اور جن کی وجہ سے وہ حالات جو تبدیلی مذہب پر پیدا ہوتے ہیں' اس پر بھی وارد ہوجاتے ہیں- بعض دفعہ ایسے چچے نکل آتے ہیں جو غیراحمدی ہوتے ہیں- کہیں ماموں کہیں ماموں کے بیٹے کہیں ساس اور کہیں سُسر غیراحمدی ہوتے ہیں' کہیں بہنوئی مخالف ہوتے ہیں- غرض اس کے قریبی رشتہ داروں میں ایسے مخالف ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کشمکش میں پڑچکا ہوتا ہے جس میں از سرنو مذہب اختیار کرنے والا پڑتا ہے- پس ہم میں سے جو پیدائشی احمدی ہے وہ بھی نَواحمدی ہے کیونکہ نواحمدی کے دل میں جو کشمکش پیدا ہونی چاہیئے وہ اس کے دل میں بھی پیدا ہوچکی ہوتی ہے- پس ہم میں سے کوئی شخص پرانا احمدی نہیں- اول تو کثیر حصہ وہ ہے جو پہلے اپنے آپ کو غیراحمدی سمجھتا تھا پھر تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوا- دوسرے جو احمدیت میں پیدا ہوا وہ بھی دل میں ایک کشمکش اختیار کرچکا ہے-

پس اگر یہ تبلیغ فتنہ ہے تو ہم میں سے ہر شخص اس فتنہ سے گزر کر آیا ہے- اور اس طرح ہمارا وجود ہی مٹانے کے قابل ہوجاتا ہے- لیکن اس غلطی سے قطع نظر کرکے اصل سوال کو لیتے ہوئے میں سمجھتا ہوں- ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارے پاس کوئی بڑی بات ہے یا نہیں- کیونکہ میرے نزدیک بڑی اور چھوٹی چیز کی بحث ایک ایسی بحث ہے جسے کسی معیّن صورت میں طے نہیں کیا جاسکتا- میں اس اصل کو تسلیم کرتا ہوں اور ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض چھوٹی باتیں اتحادِ عمل کیلئے قربان کردینی چاہئیں- مگر چھوٹی اور بڑی بات سب نسبتی امور ہیں- اگر کسی شخص کا ایک طرف ایک پیسہ ضائع ہورہا ہو اور دوسری طرف آنہ- تو ہم کہیں گے کہ پیسے کو چھوڑدو اور آنے کا خیال رکھو- اس وقت پیسہ چھوٹی چیز ہوگی اور آنہ بڑی- لیکن اگر ایک طرف آنہ ضائع ہورہا ہو اور دوسری طرف چونی- تو ہم کہیں گے کہ آنے کو چھوڑو اور چونّی کی فکر کرو- اس وقت ہم آنے کو چھوٹا قرار دیں گے اور چونی کو بڑا- اب کوئی نادان کہے کہ ابھی تو تم نے آنے کو بڑا کہا تھا اور ابھی چھوٹا

کہتے ہو تو یہ اس کی غلطی ہوگی- اور کوئی شخص اس کی بات کی معقولیت تسلیم نہیں کرے گا- کیونکہ پہلے آنہ پیسے کے مقابل میں تھا اس لئے بڑا تھا- مگر اب آنہ چونّی کے مقابل ہے اس لئے چھوٹا ہے- اسی طرح اگر ایک شخص کا ایک طرف ایک روپیہ ضائع ہوتا ہو اور دوسری طرف چونّی- تو ہم کہیں گے چونی کو چھوڑو اور روپیہ کا خیال رکھو- اس پر بھی اگر کوئی شخص کہے کہ ابھی چونّی کو تم بڑا کہہ رہے تھے اور اب اسے چھوٹا قرار دیتے ہو تو ہم اس کو بھی قابل رحم سمجھیں گے- کیونکہ پہلے چونّی آنے کے مقابل تھی' اس لئے بڑی تھی- اور اب چونّی کا روپیہ سے مقابلہ ہے' اس لئے چھوٹی ہوگئی- پھر ایک روپے کا اگر دس بیس چالیس یا پچاس روپوں سے مقابلہ ہو تو ایک روپیہ چھوٹا ہوجائے گا اور دس بیس روپے بڑے- غرض کسی چیز کو چھوٹا قرار دینا اپنی ذات میں بالکل بے معنی امر ہے- چھوٹا اور بڑا ہونا نسبتی طور پر ہوتا ہے- دنیا میں کوئی چیز چھوٹی نہیں اور کوئی چیز بڑی نہیں- ہر چھوٹی چیز کے مقابلہ میں بڑی چیز ہے اور ہر بڑی چیز کے مقابل میں ایک چھوٹی ہے- پس جب ہم یہ کہتے ہیں کہ بڑی چیز کیلئے چھوٹی چیز کو قربان کردو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں کا موازنہ کرو- اور دیکھو کہ ان دونوں میں سے کس کو چھوڑنا چاہیئے اور کسے رکھنا چاہیئے- جس کو رکھنا ہوگا' وہ بڑی ہوگی- اور جسے چھوڑنا ہوگا وہ چھوٹی-

پس کسی ایک چیز کو بڑا یا چھوٹا کہہ دینا غلطی ہے دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ دو چیزوں میں سے کون سی چیز چھوٹی ہے اور کون سی بڑی- یہ نہیں کہ ہر حالت میں وہ چھوٹی ہوتی ہے اور ہر حالت میں دوسری چیز بڑی- پس یہ تو صحیح ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑی چیز کے مقابلہ میں قربان کردینا چاہیئے- لیکن یہ صحیح نہیں کہ کوئی چیز معین طور پر چھوٹی ہے- اور کوئی چیز معین طور پر بڑی- ہر چیز نسبت کے وقت آکر چھوٹی بھی ہوجائے گی اور بڑی بھی- مثلاً نماز کے وقت کی پابندی ایک بہت بڑی چیز ہے- مگر رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ جہاد کے دوران تین نمازوں کو جمع کرکے پڑھا- ظہر کا وقت آیا اور گزر گیا- عصر کا وقت آیا اور گزر گیا- پھر مغرب کے وقت آپ نے تینوں نمازیں جمع کرائیں ۲ - اور بعض لوگوں کے نزدیک تو رسول کریم ﷺ نے تین سے بھی زیادہ نمازیں جمع کرائیں- حالانکہ اگر کسی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کی جائیں تو جائز ہوتا ہے- لیکن عصر و مغرب کا جمع کرنا ناجائز ہے- اور ظہر و عصر اور مغرب کا جمع کرنا تو بالکل ناجائز ہے- لیکن لڑائی کے دوران میں نمازوں کے اوقات چھوٹے

درجہ کے ہوگئے۔ اور رسول کریم ﷺ نے ان پر جہاد کو ترجیح دی۔ اسی طرح ایک مسلمان کی جان کتنی قیمتی چیز ہے۔ رسول کریم ﷺ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ جب کسی مومن کی جان نکلنے کا وقت آتا ہے۔ تو اس سے عرشِ عظیم کانپ جاتا ہے [۱]۔ مگر اسی جان کے متعلق دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں نہیں جنگ میں جاتے اور جاکر مرجاتے۔ گویا ایک وقت تو مسلمان کی جان اتنی قیمتی ہوتی ہے کہ عرشِ عظیم اس کے نکلنے سے کانپ جاتا ہے۔ اور دوسرے وقت اتنی چھوٹی ہوجاتی ہے کہ جان کا نہ دینا منافقت ہوجاتی ہے۔ پس بڑا چھوٹا ہونا نسبتی امور ہوتے ہیں۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک نوجوان گفتگو کررہا تھا ڈاڑھی کے متعلق گفتگو تھی۔ چونکہ وہ ہم میں سے ہی تھا۔ اور جانتا تھا کہ ہم ہر مذہبی چیز کو اس کے اصل مقام پر کھڑا کرتے ہیں۔ اس لئے اس نے یہ خیال کرکے کوشش کی کہ ایسی دلیل پیش کرے جس کے مقابلہ میں خاموش ہونا پڑے۔ اس نے کہا ڈاڑھی اور روحانیت کا تعلق کیا ہے۔ اگر ڈاڑھی رکھ لی جائے تو اس سے روحانی ترقی کس طرح ہوسکتی ہے۔ ڈاڑھی اور روحانیت کا جوڑ ہی کیا ہے۔ چند ٹھوڑی کے بال ہیں' اگر رکھ لئے تو روحانیت پر کیا اثر پڑسکتا ہے اور نہ رکھنے سے روحانیت میں کیا کمی آسکتی ہے۔ اور اگر ڈاڑھی کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں تو اسے مذہب میں کیوں شامل کیا جاتا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا۔ کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ڈاڑھی اور روحانیت کا آپس میں تعلق نہیں۔ مگر محمد ﷺ کی اطاعت اور روحانیت کی ترقی کا آپس میں بڑا تعلق ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ڈاڑھی کے چھوٹے بڑے ہونے سے روحانیت نہ بڑھتی ہے۔ نہ گھٹتی ہے۔ مگر محمد ﷺ کی اطاعت یا عدمِ اطاعت میں اس کی ترقی یا تنزّل ضرور ہوتا ہے۔ غرض نسبتی لحاظ سے ایک چیز بڑی اور ایک چھوٹی ہوتی ہے۔ اگر محمد ﷺ کا حکم اور آپ کا نمونہ ہمارے سامنے نہ ہوتا تو جو شخص کہتا کہ ڈاڑھی رکھو اور جو کہتا کہ نہ رکھو' اور آپس میں اس وجہ سے جھگڑتے۔ میں ان دونوں کو بیوقوف سمجھتا۔ لیکن جب خدا کے رسول نے کہا۔ چاہے کسی حکمت سے کہا۔ ہماری سمجھ میں وہ حکمت آتی ہو یا نہ آتی ہو' بہرحال ہمیں اسے اختیار کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر بسا اوقات جب ہمیں نسخہ دیتا ہے تو کئی دواؤں کے متعلق ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیوں ڈالی گئیں۔ مگر ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ بیوقوفی سے تجویز کیا گیا ہے' اس لئے ہم نہیں پیتے بلکہ ڈاکٹر کے نسخہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں یہ ڈاکٹر کا تجویز کردہ نسخہ ہے اور ضرور کسی حکمت کے ماتحت دوائیں تجویز

کی ہوں گی- اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اس کا حق ہے- کہ کہے یوں کرو اور یوں نہ کرو- اگر کسی بات کی وجہ ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری غلطی ہو گی- یہ نہیں کہ وہ بات غلط ہو- اسی طرح ڈاڑھی رکھنے کی وجہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے- چونکہ محمد ﷺ نے حکم دیا ہے اس لئے رکھنی چاہیئے- فوائد یا عدمِ فوائد کا سوال نہیں بلکہ محمد ﷺ کی اطاعت اور عدمِ اطاعت کا سوال ہے- اور آپ کی اطاعت کے ساتھ روحانیت کا بہت بڑا تعلق ہے-

پس تمام امور نسبتی ہوتے ہیں- بعض جگہ چھوٹی چیزیں بڑی بن جاتی ہیں اور بعض جگہ بڑی چیزیں چھوٹی بن جاتی ہیں- رسول کریم ﷺ ایک دفعہ مجلس میں تقریر فرما رہے تھے- جب تقریر ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا- اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بات بتائی ہے- اور وہ یہ ہے کہ اس مجلس میں تین شخص آئے- ایک نے دیکھا کہ جگہ بھری ہوئی ہے اور بیٹھنے کیلئے گنجائش نہیں' وہ واپس چلا گیا- اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا- جس طرح اس نے اس مجلس سے منہ پھیرا' اسی طرح میں نے بھی اس سے منہ پھیر لیا- وہ گھر سے تو اسی ارادہ سے آیا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے- مگر چونکہ واپس چلا گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منہ پھیر لیا- کتنی چھوٹی سی بات تھی اور کتنا اہم نتیجہ رونما ہوا- پھر فرمایا ایک اور شخص آیا- اس نے بھی دیکھا کہ مجلس بھری ہوئی ہے- مگر اسے واپس جانے میں شرم محسوس ہوئی اور وہ کنارے پر ہی بیٹھ گیا- خدا تعالیٰ نے فرمایا جس طرح یہ شخص واپس جانے سے شرمایا' اسی طرح میں بھی اس کے گناہوں کی گرفت سے شرماؤں گا- کتنا چھوٹا سا فعل تھا مگر اس کا نتیجہ کتنا اہم نکلا- پھر فرمایا مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ ایک تیسرا شخص آیا اس نے بھی دیکھا کہ مجلس بھری ہوئی ہے لیکن اس نے تاڑ رکھی اور جب اسے ذرا بھی آگے جگہ معلوم ہوئی تو وہ کودتا پھاندتا آگے بڑھا اور قریب ہو کر بیٹھ گیا- اللہ تعالیٰ نے فرمایا- جس طرح یہ میرے رسول کی باتیں سننے کیلئے آگے بڑھا' اسی طرح میں بھی اسے آگے بڑھاؤں گا اور اپنے قرب کا مقام عطا کروں گا[۴] - کتنا چھوٹا فعل تھا مگر اس کا نتیجہ کتنا اہم نکلا- تو چھوٹی بڑی کی بحث عقل کی بات نہیں- یہ تمام امور نسبتی ہوتے ہیں اور نسبتی امور میں بعض دفعہ نہایت ہی باریک امتیاز کی وجہ سے ایک چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے- اور ایک بڑی چیز چھوٹی- مثلاً رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفیں سیدھی رکھو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے[۵] - اب دلوں کا ٹیڑھا ہونا کتنی

خطرناک بات ہے۔ بعض دفعہ جب دل میں کجی واقع ہوجائے تو کس طرح انسان کا قدم صداقت سے پھر جاتا ہے۔ مگر صفوں کا سیدھا رکھنا کتنی معمولی بات ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ان انعامات کا ذکر فرمارہے تھے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات سے وعدہ فرمایا تھا۔ ایک صحابیؓ کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ دعا کیجئے میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں خدا نے تمہاری اس خواہش کو قبول فرمایا۔ پھر ایک اور صحابی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب نہیں وہ دعا تو پہلا شخص لے گیا[۶]۔ اس کی ادا اللہ تعالیٰ کو ایسی بھائی کہ وہ بات جو رسول کریم ﷺ کو کتنی قربانیوں کے بدلے حاصل ہوئی تھی۔ اسے محض ایک فقرے سے حاصل ہوگئی۔ تو چھوٹے بڑے کیلئے کوئی معین قانون نہیں۔ یہ بات انسان کا دل ہی جانتا ہے کہ کونسی چیز بڑی ہے اور کون سی چھوٹی۔ یا پھر بعض اوقات سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔

پس اس بحث میں پڑنا انسان کو ایسی اُلجھن میں ڈال دیتا ہے جو کبھی حل نہیں ہوسکتی۔ یہی چھوٹی بات جس کے متعلق "انقلاب" کہتا ہے کہ کیا ہے۔ معمولی سا امر ہے۔ اس چھوٹی سی بات کیلئے ہمارے پانچ آدمی کابل میں سنگسار کئے گئے۔ تم کابل کے مولویوں سے پوچھو کہ کیا یہ چھوٹی سی بات تھی۔ جس کے بدلے پانچ مومنوں کو سینکڑوں مولویوں کی تصدیق اور ان سے فتویٰ لینے کے بعد شہید کردیا گیا۔ خدا کے حضور وہ کیا کہیں گے کہ ایسی معمولی چیز جس کی تبلیغ بھی درست نہیں' اس کیلئے پانچ شخصوں کو سنگسار کردیا گیا اور سنگسار بھی معمولی طریق سے نہیں بلکہ حکومت کے محکمہ قضاء نے علماء کے فتویٰ کے بعد جس پر سینکڑوں مولویوں کے دستخط تھے' سنگسار کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سارا افغانستان اس کا ذمہ دار ہے۔ اگر یہ بات چھوٹی سی تھی تو افغانستان والوں پر کتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور کس طرح یہ قتل سارے افغانستان کو جہنمی بنادیتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کی جان لینے والا جہنمی ہوتا ہے۔ پس وہی چیز جو دفتر انقلاب کے نزدیک بالکل چھوٹی ہے' کابل میں بہت بڑی ہوجاتی ہے۔ پھر یہی چھوٹی چیز لاہور میں ہی زمیندار کے دفتر میں بہت بڑی بن جاتی ہے۔ اور وہاں سے ہم یہ سنتے ہیں کہ تیرہ سَو سال میں اسلام میں اس سے بڑا فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ جب اس سے بڑا فتنہ تیرہ سو سال میں ظاہر نہیں ہوا تو پھر یہ بات چھوٹی کہاں ہوئی' بڑی ہوئی۔ مگر بہرحال میں سمجھتا ہوں اس بحث میں پڑنا فضول ہے کیونکہ چیز وہی ہے۔ انقلاب والے

کہتے ہیں کہ یہ معمولی سی بات ہے- زمیندار والے کہتے ہیں کہ یہ اتنا بڑا فتنہ ہے جو تیرہ سَو سال میں ظاہر نہیں ہوا- اب اگر یہ چیز گمراہی کے لحاظ سے بڑی ہے تو اگر حق ثابت ہوجائے تو حق کے لحاظ سے بھی بہرحال بڑی ہوگی- یہ ایک ہی شہر میں رہنے والے' ایک ہی مذہب کی طرف منسوب ہونے والے اور ایک لمبے عرصے تک اکٹھا کام کرنے والوں کا حال ہے ایک کہتا ہے چھوٹی چیز ہے- اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ اتنی بڑی چیز ہے کہ تیرہ سَو سال میں اتنی بڑی چیز ظاہر نہیں ہوئی- ایک کے نزدیک ضلالت ہے مگر معمولی سی ضلالت اور ایک کے نزدیک گمراہی ہے اور بہت بڑی گمراہی- پس اگر احمدیت حق ہے تو انقلاب والوں کے نزدیک چھوٹا سا حق ہے- اور زمیندار والوں کے نزدیک اتنا بڑا حق کہ تیرہ سَو سال میں اتنا بڑا حق ظاہر نہیں ہوا- چیز کے حجم کا سوال ہے- ایک اسے چھوٹا کہتا ہے اور ایک بڑا- اگر ہم گمراہی کا نام حق رکھ دیں تو حجم تو اتنا ہی رہے گا' چھوٹا نہیں ہوجائے گا- پس اس اختلاف کو طے کرنا انسانی عقل سے بالکل ناممکن ہے- بحثیں ہوسکتی ہیں لیکن وہ ایسا لمبا راستہ ہوگا جس کا طے کرنا مشکل ہوگا- اسی طرح رفع یدین کا مسئلہ ہے- ہم بھی اسے چھوٹا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جس کا جی چاہے ہاتھ اُٹھائے جس کا جی چاہے نہ اٹھائے- مگر جن لوگوں نے اس کی وجہ سے مصیبتیں برداشت کی ہیں' ان کی ڈاڑھیاں مُنڈوائی گئیں' منہ کالے کئے گئے اور ملکوں سے نکال دیئے گئے- حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کو ہی جب افغانستان سے نکالا گیا تو انہیں گدھے پر سوار کیا گیا' منہ کالا کیا گیا اور جگہ بہ جگہ پھرایا گیا- جھگڑا یہی تھا کہ یہ آمین بالجہر' رفع یدین اور تشہد میں اُنگلی اُٹھانے کے قائل تھے- اسی طرح اور بہت سے چھوٹے چھوٹے امور ہیں جن کی وجہ سے بزرگانِ دین کو تکلیفیں دی گئیں- مگر جنہوں نے تکلیفیں دیں وہ انہیں بڑی ہی سمجھتے تھے-

پس اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے خیال کے مطابق ایک چیز کو چھوٹا بڑا سمجھا جاسکتا ہے- اس لئے ایک اور امر ہے جس سے معقول تصفیہ ہوسکتا ہے- اور وہ یہ کہ تبلیغ احمدیت کو چھوٹی سے چھوٹی چیز قرار دے لو جتنی چھوٹی انقلاب والوں نے سمجھی ہے' اس سے بھی دس ہزار گنا چھوٹا بلکہ دس کروڑ گنا چھوٹا سمجھ لو- مگر ایک چیز ہے جو اسے بڑا بنادیتی ہے اور وہ یہ کہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ ہم نے پہلے کچھ سوچا غور کیا اور پھر اسے دنیا میں پھیلانے کیلئے نکل کھڑے ہوئے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہمیں خدا نے کہا جاؤ اور یہ چیز دنیا کو پہنچاؤ- اور اگر یہ بات سچی ہے کہ ہمیں خدا نے ہی کہا جاؤ اور دنیا میں احمدیت کو پھیلاؤ تو یہ کہنے کے کہ

تبلیغ نہ کرو معنی یہ ہوں گے کہ جانے بھی دو' خدا تو ایسی باتیں کہا ہی کرتا ہے- مگر کیا کوئی معقول اور سمجھدار انسان یہ بات ماننے کیلئے تیار ہوگا- یہ تو ان کا حق ہے کہ وہ کہیں یہ بات خدا نے نہیں کی- بلکہ حضرت مرزا صاحب کو (نَعُوْذُبِاللّٰہِ) دھوکا لگا- مگر یہ کہنا کہ مانو تو خدا کی طرف سے لیکن اس پر عمل نہ کرو' اسے کوئی بھی شخص تسلیم نہیں کرسکتا- پس اگر ہم عقل سے ایک بات پیش کرتے تو اس کے متعلق کہا جاسکتا تھا کہ یہ چھوٹی ہے یا بڑی- لیکن جب ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آسمان سے کلام نازل کیا اور حکم دیا کہ یہ تعلیم لے کر دنیا میں کھڑے ہوجاؤ اور لوگوں سے منواؤ' تو پھر یہ بات چھوٹی نہیں ہوسکتی- پس جب تک ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم تبلیغِ احمدیت کریں اس وقت تک ہمارا فرض ہے کہ ہم تبلیغ احمدیت کرتے رہیں- ہاں یہ دوسرے شخص کا کام ہے کہ وہ ثابت کرے خدا نے یہ بات نہیں کہی بلکہ تمہارے نفسوں کو دھوکا لگا ہے- مگر جب تک وہ یہ ثابت نہیں کرسکتے خدا کا حکم چھوٹا نہیں کہلاسکتا- اس پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے- اگر انقلاب والے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزاصاحب سے غلطی ہوئی' انہیں دھوکا لگا' خدا نے انہیں اس امر کا حکم نہیں دیا تو یہ ان کا جائز حق تھا- مگر ایک بات پھر بھی میں کہوں گا کہ جس وقت وہ ہمیں مخاطب کرکے یہ کہتے کہ مرزا صاحب کو دھوکا لگا اور اس پر بحث کرتے تو بہرحال انہیں یہ تسلیم کرلینا پڑتا کہ یہ چھوٹی بات نہیں بلکہ بڑی بات ہے- اور انہیں ماننا پڑتا کہ چھوٹی باتوں پر بھی بحثیں جائز ہوتی ہیں- لیکن ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ یہ چھوٹی چیز ہے یا بڑی- ہم یہ جانتے ہیں کہ خدا نے اس کا حکم دیا- ایک رُوڑی پر پڑا ہوا حقیر تنکا جسے آلائش لگی ہوئی ہو- اگر اس سے بھی یہ چھوٹی چیز ہے تو ہمارے لئے بڑی ہے- کیونکہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا نے کہی- پس سوال یہ نہیں کہ یہ بات چھوٹی ہے یا بڑی بلکہ سوال یہ ہے کہ یہ بات کس نے کہی-

ٹالسٹائے روس کا ایک رئیس گزرا ہے- بہت مشہور آدمی تھا- حتّٰی کہ گاندھی جی آج کل جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بھی ٹالسٹائے کی کتابوں کو ہی پڑھ کر انہوں نے اثر قبول کیا- اس کا ایک پردادا بادشاہ کا چپڑاسی تھا- ایک دفعہ بادشاہ نے حکم دیا کہ میں ایک ضروری کام کرنا چاہتا ہوں- تم دروازے پر کھڑے ہوجاؤ اور کسی کو اندر نہ آنے دو- اتفاق ایسا ہوا کہ ایک گرینڈ ڈیوک (GRAND DUKE) اسی وقت بادشاہ سے ملنے کیلئے آیا- روسی قوانین میں یہ امر

داخل ہے کہ گرینڈ ڈیوک اگر بادشاہ سے ملنے آئے تو اسے کوئی شخص نہیں روک سکتا۔ جونہی وہ دروازہ سے اندر داخل ہونے لگا چپڑاسی جو ٹالسٹائے کا پردادا تھا' راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا حضور بادشاہ سلامت نے منع کیا ہے۔ اسے سخت غصہ آیا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کی ہتک ہوئی۔ کیونکہ ایک چپڑاسی نے اسے اندر جانے سے روکا۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں گرینڈ ڈیوک ہوں اور مجھے قانون نے حق دیا ہے کہ میں اندر جاؤں۔ وہ کہنے لگا۔ میں جانتا ہوں لیکن بادشاہ سلامت کا یہی حکم ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اسی وقت اس نے چابک نکالا اور دو تین اسے رسید کئے۔ ٹالسٹائے سر نیچا کرکے مار کھاتا رہا۔ اس نے سمجھا کہ اب اسے اچھا سبق حاصل ہوگیا ہے۔ پھر جو وہ دروازے کی طرف بڑھا تو وہ پھر راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا بادشاہ کا حکم یہی ہے کہ اندر کوئی نہ آئے۔ اس نے پھر چابک نکال کر پہلے سے بھی زیادہ زور کے ساتھ اسے مارا۔ وہ خاموش ہوکر مار کھاتا رہا۔ گرینڈ ڈیوک نے سمجھا کہ اب یہ ٹھیک ہوگیا ہوگا۔ اس لئے اس نے پھر دروازہ سے گزرنا چاہا مگر وہ پھر رستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بادشاہ سلامت کی طرف سے اجازت نہیں۔ گرینڈ ڈیوک کہنے لگا کیا تمہیں معلوم نہیں میں کون ہوں اور مجھے تم روک نہیں سکتے۔ اس نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ فلاں گرینڈ ڈیوک صاحب ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کو قانوناً اندر جانے کی اجازت ہے۔ مگر وہ قانون بھی بادشاہ کا ہے اور یہ حکم بھی بادشاہ کا ہے۔ اس پر اس نے پھر اسے مارنا شروع کیا۔ جب خوب مار چکا تو بادشاہ نے اوپر سے یہ نظارہ دیکھ کر نہایت غصہ سے کہا ٹالسٹائے کیا ہے؟ اس نے کہا حضور گرینڈ ڈیوک آئے ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا دونوں اوپر آجاؤ۔ جب اوپر پہنچ گئے تو بادشاہ کہنے لگا ٹالسٹائے! تم نے گرینڈ ڈیوک کو کیوں روکا۔ اس نے کہا۔ حضور کا حکم ایسا ہی تھا۔ پھر گرینڈ ڈیوک سے پوچھا کیا اس نے تم کو بتایا تھا کہ یہ میرا حکم ہے۔ اس نے کہا بتایا تھا۔ بادشاہ کہنے لگا پھر تم نے ٹالسٹائے کو نہیں مارا بلکہ اس کو مارا ہے جس نے حکم دیا تھا کہ کوئی شخص اندر نہ آئے۔ اچھا ٹالسٹائے میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ گرینڈ ڈیوک کو اسی چابک سے مارو۔ روس میں یہ قانون ہے کہ برابر کا افسر دوسرے افسر کو مار سکتا ہے' چھوٹا نہیں مار سکتا۔ گرینڈ ڈیوک کہنے لگا میں فوجی افسر ہوں اور قانوناً مجھے یہ نہیں مار سکتا۔ اس نے ٹالسٹائے کو اسی وقت کوئی فوجی عہدہ دے دیا۔ اور کہا اب مارو۔ گرینڈ ڈیوک پھر کہنے لگا روس کا یہ بھی قانون ہے کہ نواب ہی دوسرے نواب کو سزا دے سکتا ہے' میں نواب

ہوں یہ نواب نہیں- اس لئے یہ مجھے نہیں مار سکتا- بادشاہ نے اسے کہا- کاؤنٹ ٹالسٹائے میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اسے مارو- گویا کاؤنٹ کہہ کر اسے نواب بنادیا- اسی وقت سے ٹالسٹائے کے خاندان کے افراد کاؤنٹ ٹالسٹائے کہلانے شروع ہوگئے- تو اصل چیز بادشاہ کا حکم ہے- جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کرو تو کیا ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں یہ بات چھوٹی ہے یا بڑی- ہمارے ملک میں بھی یہ مثال مشہور ہے کہ محمودغزنوی کے پاس ایاز کے مخالفوں نے ایک دفعہ شکایت کی یہ آپ کا بہت بدخواہ ہے- اس نے کہا اس کا تجربہ کرنا چاہیئے دربار منعقد کیا- اور نہایت ہی قیمتی موتی جو دو تین لاکھ روپیہ کی مالیت کا تھا رکھ کر اس شخص سے جس نے شکایت کی تھی کہا کہ ہتھوڑا لے کر اسے توڑ دو- وہ کہنے لگا حضور میں آپ اور آپ کے باپ دادا کا نمک خوار ہوں' مجھ سے ایسی گستاخی کہاں ہوسکتی ہے کہ میں موتی توڑدوں- بادشاہ کہنے لگا- تم بڑے خیرخواہ ہو- پھر دوسرے کو کہا- اب بادشاہ نے ایک کو جو کہہ دیا کہ تم بڑے خیرخواہ ہو تو لگے سب انکار کرنے اور کسی نے بھی موتی نہ توڑا- آخر ایاز کی باری آئی- اس نے ہتھوڑا اُٹھایااور ایک ہی وار سے اسے چِکنا چُور کردیا- سب لوگ گھبرا کر کہنے لگے حضور! ہم نہ کہتے تھے کہ ایاز آپ کا بدخواہ ہے- بادشاہ ایاز سے کہنے لگا- ایاز! ان سب نے میرے مال کا نقصان نہ کیا مگر تم نے اتنی دلیری سے کیوں نقصان کردیا- ایاز کہنے لگا انہیں مال سے محبت ہوگی مگر میرے لئے تو بادشاہ کے حکم کا ایک ایک لفظ اس موتی کے مقابلہ میں قیمتی ہے- اس جواب کاسب پر اثر ہوا اور انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ ایاز کے اخلاص کا مقابلہ وہ نہیں کرسکتے- تو سب بحثوں کو جانے دو' رہنے دو یہ بات کہ یہ چھوٹی چیز ہے یا بڑی- سوال یہ ہے کہ جب خدا نے اس کا حکم دیا تو آیا ہمارے اخلاص کا تقاضا ہے یا نہیں کہ ہم اسے دنیا میں پھیلائیں-

صوفیاء کہا کرتے ہیں- اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ- پس تسلیم کرلو کہ تبلیغ احمدیت ایک چھوٹی بات ہے- مگر جب تک ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ خدا نے کہا اسے پھیلاؤ- تو خواہ یہ چھوٹی ہے یا بڑی' ہم اسے دنیا میں پھیلا کر ہی دم لیں گے- ہاں یہ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ ثابت کرے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کہا- مگر اسی دن جب وہ اس بحث کا آغاز کریں گے' خود ہی اس بحث میں مشغول ہوجائیں گے جس سے وہ اب روک رہے ہیں- اور اس طرح ثابت کردیں گے کہ یہ معمولی بات نہیں بلکہ اہم ہے- باقی رہا یہ امر کہ تبلیغ سے اختلاف پیدا ہوتا ہے- سو یہ بھی غلط ہے- اختلاف تو دنیا میں ہمیشہ ترقی کا موجب ہوتا ہے- جب زمین کو چیِٹی کہا

جاتا تھا' اس وقت اگر زمین کو گول کہنے والے چپٹی کہنے والوں سے اختلاف نہ کرتے تو دنیا اس عظیم الشان نکتہ سے محروم رہ جاتی- اسی طرح اگر اس امر میں اختلاف نہ کیا جاتا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے یا سورج زمین کے گرد گھومتا ہے تو دنیا بہت سے فوائد سے محروم رہ جاتی- جب پانی کو مفرد کہا جاتا تھا' اس وقت اگر اختلاف نہ کیا جاتا اور ثابت نہ کیا جاتا کہ پانی مفرد نہیں بلکہ بعض گیسوں سے مرکب ہے تو علمی ارتقاء کس طرح ہو سکتا- غرض دنیا کی ترقی اختلاف پر مبنی ہے- اور ترقی کا ذریعہ یہی ہے کہ جو نیا خیال ہو اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے- ہاں وہ شخص جو لڑتا ہے وہ خود فساد کی ابتداء کرتا ہے- اس کا قصور اس کے ذمہ ہے- نہ اس کے ذمہ جو کوئی بات بتاتا ہے- رہا یہ کہ اس طرح دوسروں کو بھی جوش آئے گا اور وہ بحث کریں گے تو اس میں حرج ہی کون سا ہے- مَیں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ جس کا جی چاہے آئے اور آکر مجھے اپنی باتیں سمجھائے- اگر ہم یہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو اپنی باتیں سنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کی باتیں سننے سے ہم کنارہ کشی کریں- اگر کوئی شخص مجھے اس طرح اپنی باتیں سنانا چاہے کہ میرے کام میں زبردستی روک نہ بن جائے یا فتنہ پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو تو اگر میری فرصت کے اوقات میں زبانی ایسی صورت میں گفتگو کرتا ہے کہ جس میں گالی گلوچ یا طعن و تشنیع نہیں تو میں ایسے شخص کی باتیں سننے کیلئے ہر وقت آمادہ ہوں- اسی طرح ہر احمدی کو دوسرے کی باتیں سننے کیلئے تیار رہنا چاہیئے- ہاں اگر کوئی احمدی دوسرے سے لڑتا ہے تو میں اس کو پاگل خیال کروں گا- جس طرح میں اس احمدی کو پاگل سمجھتا ہوں جو دوسروں کی باتیں نہ سنے' اسی طرح اس احمدی کو بھی میں پاگل خیال کروں گا جو تبلیغ کرتے ہوئے لڑ پڑے-

غرض تبلیغ ایک نہایت ضروری چیز ہے- اور یہ لغو بحث ہے کہ یہ چیز چھوٹی ہے یا بڑی- ہمارا یقین ہے کہ یہ بات خدا نے کہی- پس ہمیں اس کے چھوٹے بڑے ہونے سے غرض نہیں- ہمارے سامنے مقصد یہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کے کانوں تک پہنچائیں- بت کے سامنے جھک جانا کتنی چھوٹی بات ہے- ایک جسم کی معمولی سی حرکت ہے مگر خدا کے حکم کے ماتحت یہی چیز بڑی بن گئی- پس چھوٹی بڑی چیز کے سوال میں پڑنا فضول ہے- ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا نے کہا کہ جاؤ اور دنیا کو یہ پیغام پہنچاؤ- ساری دنیا اسے چھوٹا کہے' ہمارے نزدیک بڑی ہی ہے- ہاں اس کا علاج یہ ہے کہ وہ سمجھائیں کہ تمہیں خدا نے نہیں کہا- پس جس دن وہ یہ

سمجھادیں گے تمام جھگڑا ختم ہوجائے گا۔ ورنہ جب تک وہ یہ نہیں سمجھاتے ہمارے نزدیک بڑی ہی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو پہنچائیں۔ اگر کوئی لڑتا ہے تو یہ اُس کا قصور ہے اور اگر ہمارا آدمی لڑتا ہے ایسے آدمی کو ہم خود سزا دیں گے۔ اور سمجھیں گے کہ گیا تو تھا وہ خدا کا پیغام پہنچانے مگر لگ گیا شیطان کا پیغام دینے۔ پس جب تک کوئی اس پوزیشن سے ہمارے دل پر پہنچنا نہ چاہے اس وقت تک اس کی بات کا ہم پر اثر نہیں ہوسکتا۔

(الفضل ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

۱؎ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت کے متعلق اشتہار دیا۔ ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو دس شرائط بیعت کا اشتہار دیا۔ ۲۳۔مارچ ۱۸۸۹ء کو مکرم صوفی احمد جان صاحب کے مکان (واقع لدھیانہ) پر پہلی بیعت لی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱ صفحہ ۳۳۵ تا ۳۳۹ نیاایڈیشن)

۲؎ السیرۃ الحلبیۃ جلد دوم صفحہ ۳۴۳ مطبع محمد علی صبیح الازھر ۱۹۳۵ء

۳؎ بخاری کتاب المناقب باب مناقب سعد بن معاذ میں حضرت سعد بن معاذ کے بارہ میں یہ الفاظ آئے ہیں "اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ"

۴؎ بخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس وباب من رای فرجۃ فی الحلقۃ فجلس فیھا

۵؎ بخاری کتاب الاذان باب تسویۃ الصفوف عندالاقامۃ و بعدھا

۶؎ بخاری کتاب الرقاق باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب